کا سلسلہ جڑ سے ختم ہو گیا تھا۔ نئے فلسفۂ آزادی و مساوات اور انصاف پر قائم حکومت کی بنیاد قائم ہو گئی تھی۔ بادشاہ کو خدا کا سایہ اور اس کا منتخب کیا ہوا فرد سمجھنے کے ہزاروں سال پرانے خیال کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ اس کا احساس دلا دیا تھا کہ در اصل بادشاہ ملت کا نمائندہ ہوتا ہے اس لئے اگر کسی بادشاہ سے اس کے خلاف کوئی فعل سرزد ہو تو اسے برطرف کر کے کسی دوسرے باصلاحیت شخص کو اس کی جگہ پر بٹھایا جا سکتا ہے مشروطیت نے اونچ نیچ کا فرق ختم کر دیا تھا۔ کسی بھی اعلیٰ مقام تک پہنچنے کے لئے صرف فطری صلاحیت و ذاتی لیاقت کو معیار قرار دیا تھا۔

مشروطیت ہی کی وجہ سے ایران میں علم و دانش کے دروازے کھل گئے تھے کیوں کہ قانون کے ذریعہ حکومت کے فرض میں یہ شامل کر دیا گیا تھا کہ تعلیم کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔ مدرسے اور دانش گاہیں قائم کی جائیں اور زیادہ سے زیادہ ایرانیوں کو بیرون ایران تحصیل علم کے لئے بھیجا جاتا رہے۔ اس پر برابر عمل ہوتا رہا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر شعبہ میں ایرانی ماہرین کی معتد بہ تعداد تیار ہو گئی جسے ملکی ملازمتوں میں شامل کر لیا گیا۔

مشروطیت نے حقیقتاً عقیدہ کی آزادی، سرکاری و غیر سرکاری افراد کے حقوق میں مساوات اور عدم مساوات کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کی تقدیر کو سنوارنے اور بگاڑنے کے تمام اختیارات ایرانی عوام کو بخش دیئے اور حکمرانی کے تمام حقوق جو اب تک طبقہ اول (اپر کلاس) اور طبقۂ دوم (اپر مڈل کلاس) کے پاس تھے نچلے طبقہ (لوئر مڈل کلاس اور لوئر کلاس) کو بھی بخش دیئے۔ اس طرح اس طبقہ کے لوگ اپنے اخلاق و عادات وغیرہ کے لئے مناسب قوانین وضع کرنے میں مختار و آزاد ہو گئے اور صدیوں سے ایرانی جان و مال اور ناموس اور حیثیت و شرافت پر لگی ہوئی سرکاری پابندیوں سے انھیں نجات حاصل ہو گئی اور مذہب کے نام پر ایرانی علماء کی طرف سے کی جانے والی ریاکاریوں و مکاریوں کا بھی خاتمہ ہو گیا اور مذہبی آمروں کی بالادستی بھی آخر کار ختم ہو گئی۔

آج عام انتخاب کی بنیاد پر مجلس کے ممبروں کا چناؤ ہوتا ہے۔ آج عورتوں تک کو ووٹ دینے

کا اختیار حاصل ہوگیا ہے۔ آج ایرانی پارلیمنٹ پوری با اختیار ہے۔ وزرائے کابینہ اسی میں سے منتخب ہونے اور اس کے ماتحت ہونے کی وجہ سے عوام کے ہی نمائندے ہیں۔ کیا عوام، کیا اعضائے مجلس اور کیا کابینہ آج سب ہی شاہی تاج و تخت کا پہلے سے زیادہ احترام کرتے ہیں اور اپنے بادشاہ کو محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ آج ایرانی عوام صحیح دستوری حکومت کی نعمتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ آج ایرانی صحت و تعلیم، ایرانی صنعت و حرفت وغیرہ کی ترقیاں اصول مساوات کا فروغ، بیرونی ممالک میں ایران کا احترام اور ملکی دفاع کی برکتیں سب اسی تحریک مشروطیت کی رہین منت ہیں۔

تفسیر مظہری اردو

تالیف حضرت قاضی محمد ثناء اللہ حنفی ـ پانی پتی رح

حضرت قاضی صاحب کی یہ عظیم الشان تفسیر مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے بہترین تفسیر سمجھی گئی ہے، کلام اللہ کے مطالب و مباحث کی تفہیم و تسہیل، آیات و احادیث کی روشنی میں احکام شرعیہ فقہیہ کی تشریح و تفصیل اور نکات و حکم وغیرہ کے بیان کے لحاظ سے یہ تفسیر اپنا جواب نہیں رکھتی "ندوۃ المصنفین" کو بجا طور پر فخر ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس لاثانی تفسیر کا عربی نسخہ پہلی مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اب اس گوہر نایاب کو اردو کے قالب میں پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا گیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تک اس کی نو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور ہر سال ایک جلد شائع ہوتی رہتی ہے

مترجم مولانا سید عبدالدائم صاحب جلالی

جلد آخر پارہ تبارک الذین و پارہ عم — ہدیہ غیر مجلد دس روپے ۵۰ پیسے مجلد بارہ روپے ۵۰ پیسے

جلد اوّل پارہ الم سیقول — ہدیہ غیر مجلد دس روپے ۵۰ پیسے مجلد بارہ روپے ۵۰ پیسے

جلد دوم پارہ تلک الرسل۔ لن تنالوا — ہدیہ غیر مجلد گیارہ روپے مجلد تیرہ روپے

جلد سوم پارہ والمحصنٰت۔ لایحب اللہ — ہدیہ غیر مجلد بارہ روپے مجلد چودہ روپے

جلد چہارم پارہ واذا سمعوا۔ ولو اننا۔ وقال الملاء، تاختم سورۂ اعراف ہدیہ غیر مجلد بارہ روپے مجلد چودہ روپے

جلد پنجم آخر پارہ قال الملاء، واعلموا۔ یعتذرون ہدیہ غیر مجلد چودہ روپے

جلد ششم پارہ ومامن دابۃ تا پارہ ربما — ہدیہ غیر مجلد تیرہ روپے مجلد پندرہ روپے

جلد ہفتم پارہ سبحٰن الذی تاختم پارہ قال الم اقل — ہدیہ غیر مجلد تیرہ روپے مجلد پندرہ روپے

جلد ہشتم پارہ اقترب للناس قد افلح المومنون — ہدیہ غیر مجلد چودہ روپے مجلد سولہ روپے

عہد عثمانی کا اقتصادی جائزہ

از جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب پروفیسر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی دہلی

(۲)

عثمان غنی کی مالی حالت

عثمان غنی کا تعلق قریش کے مشہور خاندان بنو امیہ (عبد شمس) سے تھا۔ ان کی ولادت ایک ایسے گھر میں ہوئی تھی جو دولت سے مالا مال تھا۔ ان کے والد عفان خوش حال تاجر تھے۔ عفان کے تین بچے تھے، ایک عثمان غنی اور دو لڑکیاں۔ عثمان غنی وجیہہ و خوش رو آدمی تھے۔ میانہ قد، گندمی رنگ، چوڑا سینہ، بامروت، صلح جو، مستعد اور باشعور۔ رسول اللہ کی دو لڑکیاں ان کو بیاہی تھیں، تجارتی گروں سے خوب واقف تھے۔ ایک خبر ہے کہ ہجرت کر کے جب وہ مدینہ آئے تو ان کے پاس صرف ساڑھے تین ہزار روپے (سات ہزار درہم) تھے لیکن جلد ہی انھوں نے کاروبار میں غیر معمولی ترقی کرلی۔ وہ تجارتی قافلے، حبشہ، یمن اور شام بھیجا کرتے تھے۔ نفع میں شرکت کر کے تجارت کے لئے روپیہ قرض دیتے، غلاموں سے تجارت کراتے اور زر مخلص لے کر آزاد کرتے، سستے داموں جائدادیں خریدتے اور خوب منافع لے کر بیچتے۔ بڑی اجلی اور نکھری زندگی بسر کرتے تھے۔

عثمان غنی نے نو عقد کئے، چھ ہجرت سے پہلے اور تین ہجرت کے بعد، ان کی ایک ام ولد بھی بتائی گئی ہے۔ بچے سترہ اور بقول بعض انیس تھے، نو لڑکے اور آٹھ لڑکیاں[۲]۔ بعض راوی

---

[۱] بلاذری، انساب ۱/۲۶۱

[۲] مصعب زبیری، نسب ۱۰۵-۱۰۴

لڑکے دس بتاتے ہیں اور لڑکیاں نو[۱]۔ ہجرت سے پہلے والی چھ بیویوں میں سے صرف تین نے ہجرت کی تھی۔ ان میں سے ایک رسول اللہ کی لڑکی رقیہ تھیں۔ رقیہ کا سنہ ۲ھ میں بعارضہ چیچک انتقال ہوگیا۔ باقی دو بیویاں عثمان غنی کی وفات تک ان کے ساتھ تھیں۔ عثمان غنی کی صورت، سیرت اور دولت مندی سے متاثر ہوکر رسول اللہ نے رقیہ کے بعد اپنی دوسری لڑکی ام کلثوم کی بھی ان سے شادی کردی اور شادی کے موقعہ پر کہا کہ اگر میری دس لڑکیاں ہوتیں تو ان سب کی (موت کی صورت میں یکے بعد دیگرے) تم سے شادی کردیتا[۲]۔ ام کلثوم کا سنہ ۹ھ میں انتقال ہوگیا۔ عثمان غنی کی اجلی اور پرآرام زندگی بسر کرتے اور اپنے بال بچوں کو اتنی اچھی طرح رکھتے کہ بڑے آدمی ان سے ازدواجی رشتہ کے خواہش مند رہتے تھے۔ رقیہ اور ام کلثوم کا انھوں نے کتنا مہر باندھا؟ اس سوال کا جواب دینے سے ہم قاصر ہیں۔ پیش نظر راجع سے اس باب میں ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوسکا لیکن ان کی بعض دوسری بیویوں کے مہر کے اعداد وشمار عربی روایت میں محفوظ ہیں۔ قرشی رئیس شیبہ بن ربیعہ کی لڑکی رملہ کا جس سے مکہ میں عقد ہوا تھا پندرہ ہزار روپے اور بقول بعض بیس ہزار مہر تھا، ایک دوسرے ممتاز قرشی ولید بن عبد شمس کی لڑکی فاطمہ کا مہر پندرہ ہزار تھا، اس سے بھی مکہ میں شادی ہوئی تھی۔ مولفۃ القلوب جماعت کے ایک نجدی رئیس عُیینہ بن حِصن فزاری کی لڑکی مُلیکہ سے ڈھائی ہزار مہر پر شادی ہوئی تھی۔ عمر فاروق کی وفات کے بعد عثمان غنی نے ان کی لڑکی فاطمہ کو شادی کا پیغام دیا اور پچاس ہزار روپے بطور مہر پیش کئے لیکن عبداللہ بن عمر نے جو فاطمہ کا عقد اس کے چچا زاد بھائی سے کرنا چاہتے تھے پیغام واپس کردیا[۳]۔ عثمان غنی کی آخری

---

[۱] بلاذری انساب ۵/ ۱۰۵ - ۱۰۶!

[۲] ابن عبدربہ ۸/۱

[۳] انساب الاشراف ۵/ ۱۳ -

شادی ۲۶ھ میں ایک باشعور عیسائی خاتون نائلہ سے دو غلاموں اور پانچ ہزار[1] مہر پر ہوئی جب ان کی عمر ستر سے متجاوز تھی۔ ان کی میراث ان کے چھ لڑکوں آٹھ لڑکیوں اور دو بیویوں میں تقسیم ہوئی[2]۔۔۔

رسول اللہ کی زندگی میں کئی موقعوں پر عثمان غنی نے اسلامی خدمت یا رسول اللہ کی خوشنودی کے لئے ہر دوسرے صحابی سے زیادہ دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ رسول اللہ اور انکے ساتھی ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں کا پانی ان کو پسند نہیں آیا۔ شہر کے باہر ایک اچھے پانی کا کنواں تھا۔ رسول اللہ کا اشارہ پا کر عثمان غنی نے یہ کنواں دس ہزار روپے اور بقول بعض دو ہزار میں خرید لیا۔ ایک ماخذ میں کنویں کی قیمت ساڑھے تیرہ ہزار[3] روپے اور دوسرے میں ساڑھے سترہ[4] ہزار بتائی گئی ہے۔ رسول اللہ نے شام پر چڑھائی کے لئے چالیس ہزار فوج تیار کرنے کا منصوبہ بنایا جس میں دس ہزار گھوڑے بھی شامل تھے منصوبہ کی تکمیل کیلئے چندہ کی ضرورت پڑی۔ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق نے دو دو ہزار روپے، مالدار تاجر عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار اور عثمان غنی نے سو اونٹ[5] مہیا کئے اور ایک خبر ہے کہ پچاس[5] ہزار روپے دیئے۔ رسول اللہ نے اپنے سارے ہی مہاجر رشتہ داروں اور ساتھیوں کو مدینہ سے نکالے ہوئے یہودیوں کی زراعتی اراضی، نخلستانوں اور خیبر کے خالصہ باغوں اور فارموں سے جاگیریں اور کھجور و اناج کے حصے

---

[1] انساب الاشراف ۱۳/۵
[2] نسب قریش ص۱۱۲
[3] یاقوت ۲/۴
[4] زیلعی ۳/۴۷۷
[5] نسب قریش ص۱۰۳
[6] کنز العمال ۳۰/۵ و دیار بکری ۲/۱۲۳

عطا کئے تھے۔ لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہے عثمان غنی کو کوئی جاگیر یا حصہ نہیں دیا، ان کی غیر معمولی دولت مندی کے سوا اس کی اور کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ ہمارے رپورٹر اس باب میں بالکل خاموش ہیں۔ عربی اخبار و آثار میں عثمان غنی کی تنخواہ کے بارے میں بھی کوئی تصریح نہیں پائی جاتی لیکن اس بات کی وافر شہادت موجود ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً سرکاری روپیہ سے اپنے رشتہ داروں کو عطیات دیتے تھے۔ ان کی دلیل تھی کہ مدنی قرآن میں مقرر کردہ ذوی القربیٰ کا حصہ رسول اللہ اپنے ہاشمی و مطلبی اعزا کو دیا کرتے تھے اور چونکہ وہ رسول اللہ کے جانشین ہیں اور ان کے قائمقام اس لئے ان کو بھی اس بات کا حق ہے کہ وہ یہ حصہ اپنے ذوی القربیٰ یعنی عبد شمس کے ضرورت مند اشخاص پر صرف کریں۔ عثمان غنی: إن رسول اللّٰہ کان یعطی قرابتہ وأنا فی رهط أهل عيلة وقلة معاش، فبسطت يدی فی شیءٍ من ذلك المال لمكان ما أقوم به فیه ورأیت أن ذلك لی[1]۔ قاضی واقدی: وأعطی أقاربه وتأول فی ذلك الصلة التی أمرها اللّٰہ[2]

صحابی عمرو بن امیہ ضمری: قریش کے بوڑھوں کو خزیرہ (ایک قسم کا کھچڑا) بہت مرغوب تھا۔ ایک دن رات کے کھانے پر میں نے عثمان غنی کے ساتھ خزیرہ کھایا جو نہایت اچھا پکا تھا، بکری کے گوشت، گھی اور دودھ سے تیار کیا گیا تھا۔ عثمان غنی نے مجھ سے پوچھا: کیسا ہے خزیرہ؟ میں نے کہا: کیا کہنا، اس سے اچھا میں نے کبھی نہیں کھایا۔ عثمان غنی: خدا رحم کرے ابن خطاب (عمر فاروق) پر کبھی ان کے ساتھ بھی تم کو خزیرہ کھانے کا اتفاق ہوا؟ میں نے کہا: جی ہاں لیکن ان کا خزیرہ اتنا روکھا تھا کہ اس کا لقمہ منھ تک لے جانا مشکل تھا، اس میں نہ گوشت ہوتا، نہ دودھ، بس گھی ہوتا تھا۔ عثمان غنی: تم نے سچ کہا عمرو، بخدا عمر کے نقش قدم پر چلنے والے کو سکھ میسر نہیں ہو سکتا، ان کو خشک اور روکھی زندگی پسند تھی۔ بخدا میں یہ خزیرہ مسلمانوں کے

---

[1] طبری ۵/۱۰۱

[2] انساب الاشراف ۵/۲۵

پیسہ سے نہیں اپنی کمائی سے کھا رہا ہوں تمہیں معلوم ہے کہ میں قریشی سوداگروں میں سب سے زیادہ مالدار ہوں اور میری تجارت سب سے زیادہ فروغ پر رہی ہے اور میں بچپن ہی سے اچھی اور نرم غذا کھانے کا عادی رہا ہوں اور اب تو میرا بڑھاپا ہے[1] عثمان غنی کے بھتیجے عبیداللہ بن عامر بن کُریز: میں رمضان میں عثمان غنی کے ساتھ افطار کرتا تھا، وہ ہمارے لئے مرغن اور لذیذ کھانے منگواتے تھے۔ ان کے دسترخوان پر ہر دن عمدہ میدہ کی روٹی اور بکری کے بچے کا گوشت ہوتا تھا۔ میں نے عمر فاروق کو کبھی میدہ کی روٹی کھاتے نہیں دیکھا، نہ بچے کا گوشت، وہ ہمیشہ بڑی راس کا گوشت کھاتے تھے۔ میں نے عثمان غنی سے عمر فاروق کے کھانے کا ذکر کیا تو وہ بولے: عمر کی برابری کون کرسکتا ہے[2] سلیم ابی عامر: میں نے عثمان غنی کو یمن کی بوٹے دار چادر اوڑھے دیکھا۔۔۔ جس کی قیمت پچاس روپے تھی۔ ایک دوسرا عینی شاہد: رسول اللہ کے ساتھی اپنی بیویوں کے لباس پر دل کھول کر خرچ کیا کرتے تھے۔ میں نے عثمان غنی کے جسم پر بوٹے دار دھاری شال (مُطرَف خز) دیکھی جس کی قیمت سو روپے تھی[3] انساب الاشراف میں اسی شاہد کی سند پر شال کی قیمت پانچ سو روپے[4] بتائی گئی ہے۔

عثمان غنی نے مرتے وقت ایک بڑی دولت چھوڑی جس کی تفصیل یہ ہے: ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے نقد (ثلاثون ألف ألف درہم وخمسمئة ألف درہم ومئة وخمسون ألف دینار) یہ سارا روپیہ ان پر قاتلانہ حملہ کے بعد مدینہ، بصرہ، کوفہ، اور مصر کے ان عربوں نے لوٹ لیا جو ان کی حویلی کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور ان کو زبردستی معزول کرنا چاہتے تھے۔

---

[1] طبری ۵/۱۳۶

[2] ایضاً

[3] ابن سعد ۳/۵۸

[4] انساب الاشراف ۵/۴

(۲) ہزار اونٹ۔ مسعودی نے اونٹوں کے ساتھ گھوڑوں کا بھی اضافہ کیا ہے۔ وخلف خیلاً کثیراً وابلاً[1]

(۳) ایک بڑی حویلی جو پتھر اور چونے سے تعمیر ہوئی تھی اور جس کے کواڑ ساگون اور عرعر کے تھے[2]

(۴) مسجد قبا کے قریب بئر اریس، خیبر اور وادی القری کی اراضی ونخلستان جن کی قیمت دس لاکھ روپے تھی (مائتا ألف دینار)۔ عثمان غنی نے یہ ساری جائداد بال بچوں کے لئے وقف کردی تھی۔ کان لعثمان عند خازنه یوم قتل ثلاثون ألف ألف درهم وخمسة ألف درهم وخمسون ومئة ألف دینار[3] فانتهبت وذهبت وترك ألف بعیر بالربذة (سرکاری چراگاہ) وترک صدقات کان تصدق بها ببئر اریس (صحیح بئر أریس) وخیبر ووادی القری قیمة مائتی ألف دینار[4]

مسلمانوں کی اقتصادی حالت

(۱) عام عرب

عثمانی خلافت میں بیرونی فتوحات کے لئے جزیرہ نمائے عرب کے نادار عربوں کے بھرتی ہونے کا وہ عمل جاری رہا جس کی ابتدا صدیقی دور میں ہوئی تھی اور جو فاروقی دور میں اپنی معراج کو پہنچا تھا۔ ہزاروں عربوں پر جو ریگستانی دیہاتوں میں عسرت کی زندگی گذار رہے تھے خوش حالی کے دروازے کھل گئے اور وہ ریگستان کے روکھے اور پر مشقت ماحول سے

---

[1] مروج الذہب ۲ / ۳۴۱

[2] ایضاً۔

[3] ایضاً: خمسون ومئة ألف دینار وألف ألف درہم

[4] ابن سعد ۳/ ۷۶-۷۷، وتاریخ صنعاء رازی قلمی دار الکتب، قاہرہ۔

نکل کر اسلامی فتوحات کی نعمت بھری دنیا میں جینے لگے۔ پیش نظر آخذ سے یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ عثمانی دور میں بھرتی ہونے والے عربوں کی مجموعی تعداد کیا تھی، لیکن تونس، الجیریا اور مراکش پر فوج کشی کے موقع پر بھرتی ہونے والے عربوں کی تعداد ریورٹروں نے دس ہزار بتائی ہے۔ ان میں غالباً دو چار سو مدینہ کے قرشی اور انصاری مجاہد تھے، باقی دیہاتی عرب تھے جن کی اکثریت مضافاتِ مدینہ سے بھرتی ہوئی تھی جیسا کہ بلاذری کی تصریح سے ظاہر ہے:

وخرج فی ھذا الغزو ممن حول المدینۃ من العرب خلق کثیر[1]

صدیقی اور فاروقی فتوحات میں شریک ہونے والے عرب جو مفتوحہ شہروں اور نئی چھاونیوں میں بس گئے تھے یا تسخیری سرگرمیوں میں مصروف تھے، عثمانی خلافت میں اور زیادہ خوش حال ہو گئے۔ ان کے اور ان کے بال بچوں کی تنخواہوں میں پچاس روپے سالانہ کا اضافہ ہو گیا ۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔ مفتوحہ علاقوں میں روز افزوں بغاوتوں اور غیر مفتوحہ علاقوں میں فاتحانہ پیش قدمی کی بڑھتی ہوئی رکاوٹوں سے عثمانی دور میں عرب ترکتازیوں میں نمایاں اضافہ ہو گیا تھا، اور ان کے زیر اثر عرب افواج کی مالی یافت سہامِ غنیمت کی شکل میں خوب بڑھ گئی تھی۔ عثمانی دور میں سرحدوں کی عرب افواج کو جاگیریں بھی دی جانے لگیں جس سے ان کی دولت مندی کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ اس دور میں سرحد پار کے دشمن عربوں کے قبضہ سے اپنی قلمرو واگذار کرانے یا ان سے انتقام لینے یا ان کی فوجی مشین پر ضرب لگانے کے لئے کھوئے ہوئے علاقوں پر حملے کرنے لگے تھے۔ ان کی روک تھام کے لئے عثمانی حکومت نے سرحد پر جگہ جگہ فوجی چوکیاں قائم کر دیں جن کا کام دشمن کی ٹوہ لینا، اس کے اچانک حملہ کا مقابلہ کرنا اور متعلقہ حاکموں کو اس کی فوجی نقل و حرکت کی خبر دینا تھا۔

---

[1] فتوح البلدان ص۲۳۲

غریبوں کے لئے وطن سے دور پُر خطر سرحدی رہائش میں کشش پیدا کرنے کے لئے حکومت نے تنخواہوں اور راشن کے علاوہ سرحدی فوج کو ایسے مکانات، زمینیں اور باغ عطا کر دیئے جن کے مالک بھاگ گئے تھے۔

(۲) انصار

عثمانی دور میں انصار کی اقتصادی ترقی، خلافت کے سیاسی، فوجی اور سول عہدوں کے ذریعہ تقریباً مسدود رہی۔ فاروقی دور میں ایک انصاری عُمیر بن سعد شام کے ضلع حمص کے گورنر تھے، متعدد دوسرے انصاری، قریشی، مہاجر سالاروں کی ماتحتی میں رسالوں، فوجی دستوں، مرکز کی طرف سے مرسلہ کمک کی سالاری پر فائز ہوئے اور کئی ایک کو غیر فوجی عہدے بھی دیئے گئے لیکن عثمانی خلافت میں سیاسی و فوجی ... افق انصار سے خالی نظر آتا ہے۔ سول عہدوں پر بھی ان کی جھلک نہیں دکھائی دیتی۔ فارس، کرمان، مکران، سجستان، خراسان، آذربیجان اور آرمینیہ کے درجنوں فوجی کمانڈروں کی فہرست میں کوئی انصاری نام نہیں ملتا نہ اس وسیع محاذ کے سفیروں، کمک سالاروں اور گورنروں کے حلقوں میں۔ ۲۷ھ میں عثمان غنی نے دس ہزار سپاہیوں کا ایک شاندار لشکر مدینہ سے مصر روانہ کیا تاکہ وہاں کی فوج میں ضم ہو کر تونس، الجیریا اور مراکش پر چڑھائی کرے۔ اس فوج میں مدینہ کے ممتاز مہاجر صحابہ کے لڑکے موجود تھے جن کے نام فرداً فرداً راویوں نے بیان کئے ہیں لیکن ان میں نہ کسی انصاری صحابی کا نام ہے نہ اس کے لڑکے کا۔ ایک اطلاع سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مرسلہ لشکر میں انصاری موجود تھے فخرج الی مصر عشرۃ آلاف من قریش والانصار والمہاجرین[1] لیکن ان کے کسی زعیم کے نام کا جنگ سے پہلے یا اس کے دوران یا جنگ کے بعد ذکر نہ ہونے سے متبادر ہوتا ہے کہ انصار کا فوج میں کوئی قابل ذکر تناسب نہیں تھا اور انصاری عام عرب

---

[1] طبری ۵/۵۰

سپاہیوں کی طرح جہاد کے لیے گئے تھے۔ خلافت کی سرگرمیوں سے انصار کی علیحدگی کے کئی سبب تھے۔ ایک تو وہی جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے یعنی مہاجرین قریش کی عام پالیسی کہ انصار کو خلافت کے اعلیٰ سیاسی اور فوجی عہدوں سے الگ رکھا جائے تاکہ وہ قریش کی برابری کا دم نہ بھریں اور اپنی خلافت کے لئے مہم نہ چلا سکیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ بہت سے انصاری عمائد عثمان غنی کے انتخاب سے ناخوش تھے اور ان کی حکومت پر نقد و تعریض کرتے تھے، ان کی ہمدردیاں علی حیدر کے ساتھ تھیں اور وہ انہیں صدر نشین خلافت دیکھنا چاہتے تھے۔ ان انصاری لیڈروں نے جو عثمان غنی کے انتخاب کے حق میں تھے جب دیکھا کہ نئی حکومت میں ان کو عہدے نہیں ملے اور حکمران طبقہ سرد مہری سے کام لے رہا ہے اور خلیفہ کا رجحان خویش پروری کی طرف ہے تو ان کے بھی تیور بدل گئے اور وہ عثمان غنی کے کاموں پر کڑا نقد کرنے لگے۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ انصاری اکابر کی ایک خاصی بڑی جماعت دور صدیقی اور فاروقی میں حکومت کی بے اعتباری اور بے اعتنائی سے ناراض ہو کر احتجاجاً خلافت کے معاملات سے بے تعلقی ظاہر کرنے لگی تھی، اس کو یہ گوارا نہ تھا کہ خلافت کے تسخیری معرکوں میں انصار اپنی جان کی بازی لگائیں اور فتوحات اور ان کی مادی برکتوں سے قریش کا قبیلہ بہرہ ور ہو۔ اندریں حالات انصار کو عثمانی حکومت کا اعتماد اور خوشنودی حاصل نہیں تھی۔ پر منافع سرکاری عہدوں سے محرومی کے باوجود عثمانی دور میں انصار نے خوب اقتصادی ترقی کی۔ ان کے چار طبقے تھے: بڑے زمین دار، متوسط درجہ کے زمین دار، چھوٹے جاگیردار اور معمولی حیثیت کے کاروباری لوگ۔ بڑے زمین دار وہ تھے جن کے پاس ہجرت نبوی سے پہلے وسیع زراعتی فارم اور نخلستان تھے اور رجب ۷ھ میں خیبر اور وادی القریٰ بزور شمشیر فتح ہوئے تو انہیں غنیمت میں مزید فارم اور باغ مل گئے تھے۔ متوسط درجہ کے زمین دار وہ تھے جن کے پاس ہجرت سے پہلے چھوٹے فارم اور نخلستان تھے اور عہد نبوی میں خیبر اور وادی القریٰ کے معرکوں میں شرکت کے بعد ہارے ہوئے یہودیوں کی املاک

سے بھی جن کی ایک جماعت کے قبضہ میں جاگیریں آگئی تھیں۔ چھوٹے زمین داروں میں وہ لوگ تھے جو ان ہی دو بستیوں میں جاگیریں پا چکے تھے اور بعد میں خلافت کے چھوٹے عہدوں پر بھی فائز رہے تھے۔ معمولی حیثیت کے لوگ جنکی اکثریت تھی مختلف قسم کا کاروبار کرتے تھے۔ عہد فاروقی میں دیوان العطار کے ماتحت تنخواہوں اور راشن کی لگی بندھی آمدنی نیز خلافت عثمانی میں ہر سابقہ دور سے زیادہ غنیمت کے سہام سے مزید تقویت پاکر ان تینوں طبقوں نے اپنے فارموں اور باغوں کی پیداوار خوب بڑھالی اور چوتھے طبقے نے اپنے کاروبار کو زیادہ وسیع اور سود مند بنیادوں پر استوار کرلیا

(۳) ہاشمی قریش (بنو ہاشم)

عثمان غنی کا عہد حکومت ساری خلافتِ راشدہ میں اقتصادی ترقی کا روشن ترین دور تھا، اس میں اس اقتصادی ارتقا کے ثمرات پوری طرح ظاہر ہوئے جس کی ابتدا عہد نبوی میں ہوئی تھی اور نشو و نما کے مراحل صدیقی اور فاروقی دور میں طے ہوئے تھے۔ فتوحات کے دائرہ میں وسعت کے ساتھ اس دور میں تجارت، زراعت اور باغبانی میں بھی مدینہ کے عربوں نے جن میں بنو ہاشم داخل تھے خوب ترقی کی۔ انصار کی طرح بنو ہاشم بھی خلافت کے اسٹیج سے الگ تھلگ رہے تھے۔ اور اس علیحدگی کے کم و بیش وہی اسباب تھے جنہوں نے انصار کو دور رکھا تھا۔ خلافت اور اس کے پُر منفعت عہدوں سے محروم ہو کر اس خاندان کا رجحان پوری طرح تجارت، زراعت اور باغبانی کی طرف ہوگیا تھا۔ ہاشمیوں نے بہت سے غلام فراہم کرلئے تھے اور با صلاحیت غلاموں کو ان سے زرِ مخلصی لے کر یا احساناً آزاد کر دیا تھا اور ان دونوں کی محنت اور کاوش سے اپنی زراعت، باغبانی اور تجارت کا کاروبار چلا رہے تھے جوں جوں ان کی آمدنی بڑھتی گئی اس کاروبار میں ترقی ہوتی گئی۔ عمر فاروق کے دور میں دیوان العطار کی لگی بندھی تنخواہوں اور راشن سے بنو ہاشم تینوں شعبوں کو مزید وسعت دینے پر قادر ہوگئے۔ عثمانی خلافت میں تنخواہوں کے اضافہ اور آئے دن ہاتھ لگنے والے غنیمت کے سہام سے ان کی اقتصادی تمنی کو اور زیادہ تقویت حاصل ہوئی۔ بنو ہاشم

کے تین خاندان دولت مندی میں پیش پیش تھے۔ علی حیدر کا خاندان، عباس بن عبدالمطلب کا خاندان اور جعفر بن ابی طالب کا خاندان۔ علی حیدر کو چار جاگیریں اور باغ رسول اللہ نے عطا کئے تھے اور ایک بڑا نخلستان (بمقام ینبع) ان کے داماد عمر فاروق نے دیا تھا۔ ان چاروں میں ان کے غلام اور موالی کارندوں نے زراعتی فارم اور نخلستان بنا لئے تھے جن کی پیداوار بڑھتے بڑھتے عثمانی خلافت میں پچاس ہزار روپے سالانہ تک پہنچ گئی تھی۔ عن أبی جعفر (امام باقر) ما قتل ابن عفان حتی بلغت غلۃ علی مئۃ ألف[1]...... ایک اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ علی حیدر کی زکاۃ ہی کی مقدار بیس ہزار روپے تھی[2]۔ اس اطلاع کے بعض ناقل چالیس ہزار درہم کی جگہ چالیس ہزار دینار بتاتے ہیں۔ اس زمانہ میں ایک دینار دس درہم یا چاندی کے پانچ روپے کے برابر ہوتا تھا۔ اس حساب سے چالیس ہزار دینار چاندی کے دو لاکھ روپے کے مساوی اور علی حیدر کی اصل دولت اسی لاکھ روپے کے بقدر ہوئی۔ ہجرت سے پہلے عباس بن عبدالمطلب متوفی ۳۲ھ ایک تجربہ کار اور خوش حال تاجر تھے۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ ان کو وقتاً فوقتاً جاگیریں، نخلستان، غلام اور زر وسیم دیتے رہتے تھے مدینہ میں انھوں نے اپنا تجارتی کاروبار خوب بڑھا لیا تھا۔ ان کی دولت یا زکات کا کوئی اندازہ ہم نہیں لگا سکے لیکن ایک خبر یہ ہے کہ انھوں نے مرتے وقت ستر غلام آزاد کئے تھے[3]

(۳) غیر ہاشمی قریش

عثمانی خلافت میں اس طبقہ نے ہر دوسرے طبقہ سے زیادہ شاندار اقتصادی ترقی کی منزلیں طے کیں۔ غیر ہاشمی قریش میں سب سے بڑا اور باحوصلہ خاندان بنو امیہ کا تھا جس کے

---

[1] قرشی ص۳۴

[2] احمد بن حنبل ۱/۱۵۹

[3] ابن سعد ۴/۳۰

ایک ممتاز رکن خلیفہ وقت عثمان غنی تھے۔ مدینہ حجاز اور پڑوسی ملکوں سے ہونے والی معتدبہ نفع بخش تجارت اسی طبقہ کے ہاتھ میں تھی۔ اس طبقہ کے ایک گروہ نے مفتوحہ علاقوں میں جائدادیں بھی حاصل کرلی تھیں۔ بنوامیہ کے کچھ خاندان تجارت میں مشغول تھے اور کچھ سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ حکومت کے بیشتر اعلیٰ پرمنفعت مناصب پر یہی خاندان چھایا ہوا تھا۔ عثمان غنی نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی طرح اپنے کسی لڑکے کو کوئی سرکاری عہدہ نہیں دیا لیکن دوسرے اقارب کو بڑے بڑے منصب تفویض کئے اور فراخدلی سے ان کی مالی مدد بھی کی۔ ان اقارب میں ان کے چچا حکم بن عاص اور حکم کے لڑکے خاص طور پر مشہور رہے۔ رسول اللہ نے حکم کی بعض بدعنوانیوں سے ناراض ہوکر انہیں مع بال بچوں کے مدینہ سے طائف جلاوطن کردیا تھا۔ یہ جلاوطنی صدیقی اور فاروقی دور تک چلتی رہی۔ عثمان غنی نے خلیفہ ہوکر حکم اور ان کے بچوں کو مدینہ میں آنے کی اجازت دے دی۔ جلاوطنی کے باعث حکم اور ان کے لڑکے خلافت کی مادی برکتوں سے بالکل محروم رہے تھے اور طائف کے نامساعد حالات میں اپنی معاشی سطح بلند نہ کرسکے تھے۔ عثمان غنی نے حکم کو بعض قبیلوں کا زکات کلکٹر مقرر کردیا اور ان کے ایک لڑکے کو بازار مدینہ کا نگراں بنادیا اور دس کو اپنی دولت سے پانچ پانچ ہزار روپے عطا کئے اور اقتصادی ترقی کی دوڑ میں قسمت آزمائی کے قابل بنانے کے لئے سرکاری خزانہ سے بھی ان کی معاونت کی۔ عثمان غنی کی رائے تھی کہ جس طرح رسول اللہ سرکاری آمدنی سے اپنے متعلقین و اقارب (ذوی القربیٰ) کی حاجت روائی کرتے تھے اسی طرح ان کے جانشین کے لئے بھی اپنے نادار اور ضرورت مند اعزا کی مدد کرنا جائز ہے۔ عثمانی خلافت میں بنوامیہ کے بڑے اور شاخ در شاخ قبیلہ نے مختلف راہوں سے اقتصادی ترقی کی۔ وہ اُموی جو پہلے سے سرکاری عہدوں پر فائز تھے اور زیادہ مالدار ہوگئے۔ وہ اُموی جن کو پہلے عہدے نہیں ملے تھے اور عثمانی دور میں اس پرمنفعت اعزاز سے بہرہ یاب ہوئے، اقتصادی دوڑ کے میدان میں شدومد کے ساتھ گھس پڑے، وہ اُموی جنہیں عہدے نہیں ملے حکومت اور مالدار رشتہ داروں کی اعانت سے مختلف قسم کے کاروبار میں لگ گئے اور اپنی معاش کا معیار

بلند کرلیا۔ دورِ سابق میں موذن بلال نے عمر فاروق سے شکایت کی تھی کہ ان کے سالاران خام پرندوں کا گوشت اور میدہ کی روٹی کھاتے ہیں اور خود عمر فاروق نے اپنے شامی جنرل امیر معاویہ کو قیمتی شاندار پوشاک میں ملبوس دیکھ کر اعتراض کیا تھا۔ عثمانی دور میں اچھی غذا، اچھی پوشاک اور شاندار معیشت، سالاروں اور گورنروں تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ عام اقتصادی ارتقاء کے زیرِ اثر غیر سرکاری طبقوں میں بھی رواج پا گئی۔ رپورٹروں نے اس دور کے متعدد قریشی رئیسوں کی دولت کی تفصیل بیان کی ہے جو یہاں درج کی جاتی ہے:-

عبدالرحمن بن عوف (متوفی ۳۲ھ)

بڑے تاجر تھے، اسلام سے پہلے مکہ میں ان کا سرمایہ چالیس ہزار روپے (آٹھ ہزار دینار)[1] بتایا گیا ہے۔ مرتے وقت انھوں نے جو عظیم دولت چھوڑی اس کے اعداد و شمار حسب ذیل ہیں:

(۱) بارہ لاکھ اسی ہزار اور بقول بعض سولہ لاکھ[2]۔ نقد کے علاوہ اس ثروت میں جائداد ایک رہائشی حویلی، سو گھوڑے، ہزار اونٹ اور تین ہزار بقول بعض دس ہزار بکریاں شامل تھیں[3]۔ ترك عبد الرحمن بن عوف، ألف بعير وثلاثة آلاف شاة بالبقيع ومئة فرس ترعى بالبقيع ... وكان فيما ترك ذهب قطع بالفؤوس حتى مجلت أيدي الرجال منه وترك أربع نسوة فأخرجت امرأة من (ربع) ثمنها ثمانين ألفا. وفي رواية أخرى، أصابت تماضر بنت الأصبغ ربع الثمن فأخرجت بمئة ألف وهي إحدى الأربع[4]۔

---

[1] طبری ۵/۱۰۳

[2] ابن سعد ۳/۱۳۶۔ مروج الذہب ۲/۳۴۲۔ نیز ۵ لاکھ چالیس ہزار۔

[3] ابن سعد ۳/۱۳۶، مروج الذہب ۲/۳۴۲ و تاریخ صنعا قلمی۔

[4] ابن سعد ۳/۱۳۶

عبدالرحمن بن عوف نے ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں بقیع (صحیح نقیع بالنون، سرکاری محفوظ چراگاہ) میں چھوڑیں اور سو گھوڑے جو بقیع (صحیح۔ نقیع بالنون) میں چرتے تھے۔ ان کے ترکہ میں سونے کی سلیں تھیں جن کو کلہاڑیوں سے کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے مرتے وقت ان کی چار بیویاں موجود تھیں، ہر بیوی کو میراث کا ثمن چالیس ہزار روپے (اسی ہزار درہم) دیا گیا۔ دوسری روایت: تُماضر بنت اصبغ کو عبدالرحمن کی میراث سے پچاس ہزار (ایک لاکھ درہم) ملے جو ربع ثمن کے برابر تھے۔

(۲) طلحہ بن عبید اللہ، رسول اللہ کے ہم زلف، ابو بکر صدیق کے داماد، تاجر اور زمیندار (متوفی ۳۶ھ)

نقد اکیس لاکھ روپے اور بقول بعض گیارہ لاکھ۔[۵۲]

جائداد۔ ایک کروڑ اکتالیس لاکھ اور بقول بعض ڈیڑھ کروڑ (ثلاثون ألف ألف درہم)[۵۳] ... عراق کی ایک جاگیر سے ہر دن چھ سو روپے سے زیادہ کی آمدنی تھی، مسعودی نے مروج الذہب[۵۴] میں اس جاگیر کی آمدنی پانچ ہزار روپے یومیہ (ألف دینار) بتائی ہے اور طبقات ابن سعد میں اس سے سالانہ آمدنی کی مقدار دو ڈھائی لاکھ روپے درج ہے۔ حجاز کے مشرقی سرے پر پہاڑی علاقہ سراۃ کی جاگیر سے کم و بیش پچاس ہزار روپے کی آمدنی تھی، اس کے علاوہ اعراض (مدینہ کے آس پاس کا زرخیز علاقہ) میں واقع جاگیروں سے بھی آمدنی ہوتی تھی۔ ترک من العین ألفی ألف ومئتی ألف درھم ومئتی ألف دینار. قُتل وفی ید خازنہ ألفا ألف درھم

---

[۵۱] ابن سعد ۳/۱۳۶

[۵۲] ایضاً۔ تاریخ صنعا (قلمی)۔ پانچ لاکھ۔

[۵۳] ابن سعد ۳/۲۲۲

[۵۴] ″ ۲/۳۴۲

وثمنا ألف درهم وقومت أصوله وعقاره ثلاثين ألف ألف درهم... كان يُغل كل يوم من العراق ألف درهم وافٍ ودانقين. وفي رواية أخرى: كان يُغل بالعراق ما بين أربعمئة ألف إلى خمسمئة ألف ويُغل بالسراة عشرة آلاف دينار أو أقل أو أكثر وبالأعواض له غلات[51]

ان کی ایک کوٹھی مسعودی کے وقت تک (۳۳۲ھ) کوفہ میں موجود تھی۔ ایک رہائشی حویلی مدینہ میں تھی جس کی تعمیر چونے سے ہوئی تھی اور کواڑ کڑیاں (ہندوستانی) ساگون کی تھیں[52]

(۳) زبیر بن عوام۔ رسول اللہ کے پھوپی زاد بھائی اور ہمزلف، ابوبکر صدیق کے داماد، صاحب جائداد تاجر (متوفی ۳۶ھ)

طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام دونوں خلافت کے آرزومند تھے۔ عثمان غنی کے قتل کرنے کے بعد باغیوں نے علی حیدر کو خلیفہ بنالیا اور طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام کو علی حیدر کی بیعت کرنے پر مجبور کیا۔ بیعت کے بعد یہ دونوں مکہ چلے گئے اور وہاں عثمان غنی کے انتقام کی مہم چلادی۔ چونکہ خوب مالدار تھے اس لئے علی حیدر سے جنگ و قتال کے لئے فوج تیار کرنے میں زیادہ دقت پیش نہ آئی۔ زبیر بن عوام کے پاس جتنا روپیہ تھا وہ سب انھوں نے ہتھیاروں اور دوسری جنگی ضروریات فراہم کرنے پر خرچ کر ڈالا اور بہت سا روپیہ قرض بھی لیا۔ علی حیدر کا دونوں کی فوجوں سے بصرہ میں مقابلہ ہوا۔ زبیر بن عوام میدان چھوڑ گئے اور ایک عرب نے یہ کہہ کر ان کو قتل کر دیا کہ جنگ کی آگ بھڑکا کر اب بھاگے جاتے ہو۔ طلحہ بن عبید اللہ لڑتے ہوئے مارے گئے۔

قرضہ۔ گیارہ لاکھ روپے[53]

---

[51] ابن سعد ۳/ ۲۲۱

[52] مروج الذہب ۲/ ۳۴۲

[53] ابن سعد ۳/ ۱۰۹، سنن کبری ۶/ ۲۸۶، تاریخ صنعا قلمی۔ چار لاکھ۔